نخیروب کی نمبر
ارواح التصوف شیخ عبدالجلیل

حسینی دارالتبلیغ کا بارھواں شاندار

تصوف نمبر (۱) حق تمہارا رہبر

مجذوب کی بڑ

تصوف کا آغاز و انجام

سنہ ۱۹۲۳ء

ارواحِ تصوف میں ہلچل

از

مصورِ حقیقت ابوالمظفر

ابن مولوی حاجی سید رضی صاحب مرحوم مغفور

بندۂ غفار حسین کا زوار

باہتمام سید حسن القضاعی منیجر

مطبع اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ طبع ہوا

نوٹ:- حقیقت تصوف میں اس پہلی دلچسپ قدرتی نئی ایجاد کے ساتھ دوسرے تبلیغی نمبر ۲

بے نظیر و مختصر کو خرید کر مفت بٹوائیے

قیمت ۱/

تعداد دو ہزار

بادہ خواران تصوف کو جام وحدت اور پیام عوت

چند روزہ دُنیا میں نفس امارہ دشمن آدم کے دم میں آکر اور اپنے تخیلات و مجاہدات کی طاقت سے خدا کے آسمانی معصوم ذریعوں انبیاد ائمہ کے قدرتی انتظام کے مقابل اپنے تجویز کردہ پیران شریعت یاران طریقت کے ذریعہ خیالی طیاروں میں طلسمی فوج بٹھا کر زمین سے آسمان پر نہ چڑھو۔ فرش خاک سے عرش بریں پر نہ اُڑو۔ شہ خدا پر چڑھائی نہ کرو اُس کی پردہ دری نہ کرو۔ قدرتی آسمانی نظام میں خدا کی خدائی میں اپنی ارضی خدائی اور فرضی نظام قائم نہ کرو۔ خدائی فوجدار نہ بنو بگولوں کی طرح متوالے بن کر رقاصی نہ کرو۔ اُلٹی سیدھی ضربیں لگا لگا کر اپنی بڑ میں بے تکی نہ ہانکو۔ آئین شاہی قوانین الٰہی کو نہ بگاڑو قدرتی تاروں کو نہ توڑو۔ سراپا دُنیا بن کر ساز حقیقت نہ چھیڑو۔ بس اپنی حد میں رہو۔ آپے سے زیادہ ضد اور کد نہ کرو اور ہر وقت گرم سرد یا کہ ساکت و مدہوش نہ بنے رہو۔ انسانوں کی طرح باتیں کرو۔ اپنی ہی بڑ نہ ہانکا کرو دوسرے مجذوب کی بھی تو ذرا سُن لو۔ تیور نہ بدلو۔ ہٹ دھرم ہوں ہَن نہ کرو۔ ورنہ صاف باطن نہ کہے جاؤ گے۔

ہاں سیدھے سادھے ٹھنڈے دل ہو کر واقعی صوفی صافی نفس سے خالی دل ہو کر یہیں فرش خاک پر بیٹھے قدرتی چیزوں سے خدا کی معرفت کرتے ہوئے انبیا و اولیا و ائمہ جیسی معصوم آیات و نعمات الٰہی کی مدد سے جسقدر چاہو اُڑو جسمانی اور روحانی ترقیاں حاصل کرو۔

حقیقت تصوف میں پہلی تصنیف

اظہار و اہمیت اور تصنیف کی ضرورت

مذاق تصوف اگرچہ عالمگیر ہے اور سامان تصوف ہر مذہب کے مسلم و غیر مسلم سب ہی میں کم و بیش پایا جاتا ہے۔ ان میں بھی جو فرقے اس سے قطعی محروم رہ گئے ہیں سو وہ ان کا ذاتی خیال ہے۔ ان کی قسمت کی کیا شکایت کیجائے (۲) تصوف کی بابت اس کے خاص توہمات کے اصول و قوانین کے رنگ میں صاف اب تک ہر اہل دل اہل خیال نے اپنے حسب مرضی طرح طرح سے نظم و نثر میں بھڑاس نکالی اور ہر اک نے ساز و سامان حسن و عشق مجازی سے وابستہ ہو کر حسن و عشق حقیقی کا سودا کیا ہے جسے دیکھ کر پڑھ کر اور سن کر عام و خاص سب ہی متاثر اور سرخرو نظر آتے ہیں لیکن جن کا مذاق نمائشی آلائش دنیا سے پاک ہے وہ دیکھ کر یا تو خاموش نظر آئے یا کہ معمولی طور سے کچھ کہا سنا وہ غیر مؤثر ثابت ہوا ہے کہ عقلی پیرایہ میں ادا کیا سو وہ بھی عام فہم نہ ہونے سے بیکار ثابت ہوا لہذا زمانہ کے ہمساز ہو کر اک معقول و دلچسپ رنگ میں اس مختصر تصنیف کی ضرورت پڑ گئی خیر اگر رنگ تصوف کے لاکھ مشتری ہو جائیں زمانہ بھر ہزار جان سے عقد ثریا نثار کر ڈالے تو کیا مضائقہ ہے اُسکے خریدار بھی تو مختلف طبیعتوں کے اور مختلف مذاق کے ہوا کرتے اور متاع حسن کو خوب ٹٹول ٹٹول اور ٹھوک بجا کر خریدا کرتے ہیں۔ پس اگر ہم بھی خریدار بننے کے لیے جنس تصوف کے ظاہری و باطنی عیبوں کو اتفاقیہ نظر پڑ جانے پر دکھا دینا بھی چاہیں تو وابستگان حسن کو کچھ برا نہ ماننا چاہیے اور اپنے خریداروں کی تشنگیوں کو دور کر کے انھیں سیر و سیراب کر دینا چاہیے۔ بھئی یہ تو سودا کا سودا ہے۔ کوئی سودا اُن سے دیتا ہے تو سودا اُن سے کوئی لیتا ہے یوں جواب تو ہر بات کا بنا دیا جاتا ہے اور اپنے دماغ سے بہت کچھ نکال دیا جاتا ایک خدا کے سامنے

لا انتہا خدا بنا لیتے ہیں اور ان کے لیے نائب وزیر مصاحب اور مقصد بھی بہت تیار کر دیے جاتے جنکے لیے مکمل وسائط و ذرائع اور فضائل و دلائل بھی ڈھال دیے جاتے ہیں تو کیا وہ بھی واقعی خدا اور انبیا ہو جاتے ہیں بس پرکھنے والوں کا قصور ہے کہ وہ خاموشی سادگی سے حسن واقعی حاصل کریں یا کر حسن ظاہری پر بگڑ کر نالہ و فریاد کی خوب ضربیں لگائیں۔ نفس کی ہوا میں بگولے بنکر رقص کریں۔ لہریں دیکر شور و تلاطم برپا کریں۔ چنانچہ تصوف کی بابت کسی اہل دل اور رند مشرب کے دماغ سے جسقدر باتیں نئے نئے انداز میں نکلی ہیں وہ ہر موافق و مخالف کے سامنے رفتہ رفتہ پیش نظر ہوتی رہیں گی۔ یہ خیال ۱۹۲۲ء میں بحالت قیام فتحگڈھ پنجاب غیبی وجود میں آیا اور دماغ و قلم نے میدان توہمات و طلسمات میں اک ہلچل ڈالدی اگر ایسے اہل دل کے برحق اور مصفا خیالات سے کسی کو نفرت و کراہیت ہوگی تو بجز عاقبت اندیش اہل دل صاف باطن اور حق پرست بھی نہیں رہ سکتا۔

راقم مصور حقیقت اہل دل ابو المظفر

۱۲ دسمبر ۱۹۲۲ء

ستر حقیقت — حسن قدرت

مجذوب کی بڑ

شانِ قدرت — جامِ وحدت

تصوف کا آغاز

نہ تھا کچھ تو خدا تھا۔ اور نہ ہوتا گر خدا ہوتا — اتحاد باہمی سے فرق یکسو ہو گیا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے۔ نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا — تو نہ اب تو رہیں نہ میں یعنی تو ہی تو ہو گیا

تصوف کے بعض مشہور خیالات (یعنی ہر چہ ہست ہمہ اوست۔ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ یا وحدت فی الکثرت اور کثرت فی الوحدت) سے ایک خالق کا مخلوقات میں سما کر حلول کرنا یا مخلوقات کی متضاد صورتوں میں نمایاں ہو کر طرح طرح کی صورتیں رنگ برنگ کی شکلیں دکھانا ان کے ذریعہ مختلف آوازوں میں بولنا ہم کو صاف بتلا رہا ہے کہ عیسوی تثلیث (وحدت فی التثلیث اور تثلیث فی الوحدت) کے سوا مسلمانی تثلیث بعد کو ایسی ایجاد ہوئی کہ عیسوی تثلیث سے سیکڑوں میل آگے سبقت لے گئی۔

عیسوی تثلیث نے تو باپ خدا۔ بیٹا (عیسےٰ روح اللہ) روح القدس تینوں ایک یا جدا جدا خدا کو مان کر باقی مخلوقات سے جدا کر کے چھٹی حاصل کر لی خواہ ان کے خدا کے لیے ترکیب و احتیاج اور جسمیت وغیرہ باتوں کے عیب لگ جائیں تو بلا سے خالق و مخلوقات کے درمیان جدائی ڈال کر انھوں نے اپنے معاملہ کا فیصلہ کر لیا لیکن باعتقاد تصوف مسلمانی تثلیث کے بنا پر سوائے خدا کی ذات اقدس کے دنیا کی جسقدر مخلوقات ادنیٰ اعلےٰ نباتات معدنیات حیوانات مثلاً سگ و خوک اور کفار و مشرکین۔ شیطان۔ دجال وغیرہ کل ہوں یا انکے اجزا کے اجزا ہوں، خدا ہونے سے نہ بچ سکیں گی اور ہر چھوٹی سی چھوٹی شے میں اسکے ہر ہر جزء میں

صوفیانہ رنگ سے خدا دکھائی دے گا۔ اور فنا بھی ہوتا نظر آئے گا۔ خدا کے بناؤ بگاڑ کا سلسلہ ہر وقت ہر گھڑی جاری رہے گا تا قیامت ختم نہ ہوگا۔ آخرت میں دیدار خدا کے قائل ہونے پر بہ نسبت خدا ثابت ہو جانے کی پرواہ تو نہ ہوگی اسکی ہر گھڑی تمنا آرزو خواہش کی جاتی ہے جبکہ یہیں دنیا میں اپنی موجودہ آنکھوں سے جس کا جی چاہے دیکھ لے ایک نہیں ہزاروں لاکھوں بیشمار خدا ہر رنگ مخلوقات زمین و آسمان دکھائی دینگے

اچھا اسکی مثال میں کوئی پھول لو اسکی پتی اور پنکھڑی کو لے لو کہ اسکی بو باس اور کا رنگ روپ ظاہری حسن دلفریب بھی خدا ہے اسکا مادہ بھی خدا ہے اور جس قوت نے اسے اگایا ہے وہ تو جد ہی اولی خدا ہے پس بنانے والا خدا مع اپنے مادہ اور صورت جسمیہ کے مگر ایک خدا ایسا بنا کرتی اور پنکھڑی کے جسقدر ٹکڑے کاٹتے جاؤ اتنے ہی خدا بنتے مگر ثبت ہو کر لو اپنے تمیز کا تماشہ دیکھتے رہیں گے۔ اور خدا بننے اور کہلائے جانے کے دعویدار ہونگے مختصر یہ کہ جسم کے ہر ذرہ اور خط کا اور خط کے ہر نقطہ مفروضہ کا خدا بنا ہوگا۔ ان تخیلات اور توہمات بیجا سے خدا کا بجائے قدیم ہونے کے حادث ہونا اور بجائے باقی ابدی ہونے کے اس کا محدود اور فانی ہونا ثابت ہو گیا۔

حالانکہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ مہکتے پھول چٹکتے بیچ لچکیلی شاخیں اکڑتے قد لگر بہتے دریا بکھرے گیسو نرالی صورتیں عجیب غریب مورتیں مرغان چمن کی پیاری پیاری آوازیں کیا جسقدر شام و سحر کے دلچسپ نظارے ہیں وہ سب بذات خود بول کر اپنی مختلف اداؤں سے اظہار شان قدرت لم یزلی کر کے زبان حال سے گویا ہم سب اور دوسرے مخلوقوں کو سراسر یوں للکار کر آگاہ کرتے ہیں کہ اے نمرود زمان صدائے انا الحق ... اے بادہ خواران جام وحدت فی الکثرت سنو! ذرا انہی صداؤں کو گوش ... حقیقت سے سن لو! دیکھو ہم سب جو اپنی زبان بے زبانی یا مختلف اداؤں ... سے ادائے شکر تسبیح معبود کیا کرتے اور دن رات تو ہی تو یا ہو حق

یا بہو بہو یا ہو یا ہو کہہ کہکر جلایا کرتے ہیں تو ہم اپنی اداؤں سے تم جیسے بیچون وچگونوں
کو حکمت وقدرت الٰہی کی مصفا شان صاف صاف بتاتے ہیں کہ اے خالق تیری ذات
ہم جیسی کل مخلوقات سے جدا ہے۔ تو تو ہی ہے۔ ہم ہم ہی ہیں ہم تو یا کہ تو ہم مل کر ہرگز
ایک نہیں ہو سکتے تو خالق ہے ہم تیری مخلوق۔ تو مالک ہے ہم تیری مملوک تو صانع ہے ہم
تیری مصنوع۔ اگر ہم اور تو مل کر قطرہ دریا کی طرح ایک ہوجائیں اور ایک ہوکر تجھے
خدا کہلوائیں تو ہم ایسی ادنی فانی کثیف چیزیں تیرے ساتھ مل کر تیری ازلیت قدامت
کے علاوہ خالقیت وصانعیت ورازقیت پر بدنما دھبہ لگائیں جس وجہ سے پھر کوئی
صاحب دل اہل بصیرت عاقل نہ تو تجکو ازلی قدیم خالق رازق کہہ سکیگا اور نہ ہم کو
کوئی فانی حادث مصنوع۔ مخلوق ہونے سے متصف کر سکیگا حالانکہ خالق ومخلوق صانع
ومصنوع عالم ومعلوم حاکم ومحکوم قاتل ومقتول جیسے الفاظ بذات خود ایک کو دوسرے سے
جدا کر رہے ہیں۔ پھر کیسے تم صاحبان کشف اور عارفان حقیقت ہو کہ حق پر بجائے
کشف باطل کے پردے ایسے ڈال رہے ہو خدائے برحق کی پاک منزہ ذات کو
باطل میں گھلا ملا کر خود موجب کفر وضلالت بن رہے ہو۔ اور دوسروں کو گمراہ
بنا رہے ہو۔ پس اپنے کشف کے بموجب حضرت **بایزید بسطامی** نے سبحانی ما اعظم
شانی کہکر اور حضرت منصور نے انا الحق کہکر دعوائے خدائی کر دیا اور باعث
قتل خدا خود آپ ہوئے جس سے قاتل اور حکم دہندہ قتل پر کوئی مواخذہ مذمت
لعنت ملامت نہیں کر سکتا کیونکہ ایک خدا نے دوسرے خدا کو مار ڈالا۔ پس معقول
تصوف "ہرچہ ہست ہمہ اوست" مع خود کوزہ وخود کوزہ گر وخود گل کوزہ کے اپنی
چاروں علتوں (علت فاعلی۔ مادی۔ صوری اور علت غائی) کی مختلف حقیقتوں سے
باطل ہو رہا ہے۔ چاروں علتوں میں متحد المعنی ہونے پر کوئی فرق وامتیاز باقی نہ رہیگا
پھر ان میں علت العلل کو جو کہ حاکم با اختیار اور قادر بالذات ہے تصوف کی بدولت

خود ہی معلول و محکوم بننا پڑے گا تو پھر ایک دوسری علت العلل کی جانب رجوع کرنا ہوگی ورنہ ناقص صورت میں کوئی شے پیدا نہو سکے گی جس کا سلسلہ لاانتہا ہو کر تسلسل یا اول کی جانب رجوع ہو کر دور سلازم آئے گا اور یہ دونو اپنے مقام فن منطق میں باطل ہو چکے ہیں جس سے تصوف کے مذکورہ مقولے باطل ہو چکے ہیں پس اگر پہلے مقولہ ہمہ اوست میں حرف "نہ" کا اضافہ کر دیا جائے اور "نہ اوست" پڑھا جائے تو پھر کوئی خرابی لازم نہ آئے گی۔

یہی صوفیانہ تثلیث کا اعتقاد ہندوؤں میں (یعنے ایشور برہما خالق بشنو رازق۔ مہیش مہادیو۔ فنا کرنے والا) تینوں کو ایک مرکب خالق ماننے سے پایا جاتا ہے۔ بہتوں نے اس تعدد کے مجموعہ کو خدا ماننا بہتر نہ سمجھا تو خدا کو ایک مان کر اسکے معین کرنے میں مختلف ہوئے اور اپنے باطل عقل و ادراک سے یا محدود احساس اور تجربہ سے کام لیا پس مختلف ہونے پر جس نے مناظر قدرت کی جس سینری کو یا صانع مطلق کی حکمت و صنعت کے جس پردہ پر نظر ڈالی بس اُسی میں اپنے باطل یقین کو سمجھ لیا اور جا کر اُسی کی ظاہری باطنی حیرت انگیز خوبیوں سے متاثر ہو کر اُسی کو اپنے دل و زبان سے خدا یعنی دیوتا مان لیا اور اپنے مافی الضمیر خیالات کو بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے ساتھ مقررہ اوقات میں پیش کر ڈالا۔

پس اگر اُس نے عالم بالا کی مخلوقات کی جانب کو جھکی تو کسی نے سب سے بڑے ڈیل ڈول والے متحرک جسم آسمان کو چلتا ہوا جادو سمجھ کر یا اُسکے لیل و نہار کے چکر میں پڑ کر انھیں کو خدا کہہ دیا کسی نے چاند سورج اور دیگر ثوابت سیاروں کو دیوتا سمجھ کر صبح و شام پوجا کی پھر انسان کا خیال اس بلندی سے کسی قدر نیچے اُترا تو فضائے عالم کی چیزوں میں خدا کی تلاش کی۔ یہاں اور بھی خیالی اودھم مچائی۔ پس کسی نے بارش کو۔ بجلی کو بادل کو یا اُسکی گرج کو۔ ہوائے تیز اور تند کو

آگ کو اور پانی کو خدا فرض کر لیا۔ موت و حیات کا انہیں پر انحصار کر لیا۔ کوئی
ان سے اتر ا اور معدنیات و نباتات و حیوانات میں جس کی جانب کسی وجہ سے
رُخ ہو گیا سو اسی کو بہت کچھ سمجھ کر اپنا مذہبی پیشوا مان لیا۔ خواہ دُنیا میں ہر چیز
سے آدمی کو فائدہ پہونچتا ہو تو سب کی پوجا اور تعظیم ایک طرح سے واجبی چاہیے
بعضوں نے ان سب غیر ذوی العقول چیزوں کو نا قابل الوہیت سمجھکر قدرے
ہوش میں آکر ذی عقل انسان کی طرح شان ربانی کسی عنوان سے پائی
یا کہ خود کسی نے اپنے میں بنانا چاہی جن کو اکثر نے برا نتیجہ نکال کر خدا کہدیا
بعض جیسے نمرود شداد فرعون قارون وغیرہ نے اپنی مال و دولت کی کثرت
پر نازاں ہو کر خود کو علانیہ خدا کہلوایا اور کافر ہو گئے۔ قوم نصیری نے حضرت
علیؑ بندہ خدا اور خلیفہ رسول کو اپنی جہالت سے ان میں مارنے جلانے بیماروں کو
اچھا کرنے کی باتیں دیکھ کر) اسی طرح سے خدا کہدیا کہ جیسے قوم نصاریٰ نے
حضرت عیسیٰؑ مسیح کو خدا کا بیٹا بنا کر شریک خدا کر دیا۔ لیکن یہ دونوں اعتقاد
اسقدر زیادہ قابل اعتراض نہیں ہو سکتے کہ جسقدر دیگر اعتقادات کے نزدیک
جبکہ آگ پانی ہوا لکڑی پتھر جیسی چیزیں خدا بنگئی ہیں پس اگر جناب عیسیٰؑ
یا کہ حضرت علیؑ معجزات و کرامات دکھانے پر عیسائیوں اور نصیریوں کے
اعتقادی زبردست طاقت سے خدا بنا دیے گئے۔ تو کیا بیجا بات ہو گئی یہ ان کی
جہالت و غلبہ اعتقاد باطل کا قابل قدر نمونہ سمجھ لو۔ لیکن تعجب تو اپنے زبردست
عالم بانی مذہب امام شافعیؒ کے کمال علم و فضل سے غلو اعتقاد پر ہوتا ہے کہ
انھوں نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں کچھ شانیں خدا کی ایسی ضروری
پائی ہیں کہ وہ بیساختہ اپنی عربی زبان کی رباعی میں یہ کہنے پر تیار ہو گئے۔
کہ:-

وَمَاتَ الشَّافِعِيُّ وَلَيْسَ يَدْرِي — عَلِيٌّ رَبُّهُ اَمْ رَبُّهُ اللّٰهُ

(ترجمہ) اور شافعی اپنے مرتے دم تک نہ معلوم کر سکا (شک ہی میں رہا) کہ مولا علیؑ اسکا رب ہے یا کہ اسکا اللہ۔ پھر دوسری رباعی میں فریقین کی اکثر اختلافی بڑی باتوں کا دو لفظوں میں مکمل فیصلہ خود ہی فرماتے ہیں تو پھر علیؑ کے خدا کی طرف سے رسولؐ کے وصی خلیفہ اول ہونے میں مطابق واقعہ غدیر کیا شبہ رہا۔ پہلی رباعی علیؑ کو خدا کے مقابل خدا بناتی اور دوسری رباعی علیؑ کو ساقی کوثر قاسم نار و جنت تمام جنوں انسانوں کے امام اور وصی رسول انام صاف صاف بتا رہی ہے علیؑ کی محبت سپر اور مخالفت نار کی جانب لے جا رہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

عَلِيٌّ حُبُّهُ جُنَّةٌ — قَسِيمُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ
وَصِيُّ الْمُصْطَفٰى حَقًّا — اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّةِ

(ترجمہ) علیؑ کی محبت نار جہنم کی سپر ہے۔ وہ بہشت و دوزخ کے بانٹنے والے ہیں بلاشک و قسم بخدا علیؑ وصی و خلیفہ رسولؐ اور تمام انسانوں اور جنوں کے امام ہیں حضرت امام شافعیؒ کے ان اشعارات و نیز اس سے زیادہ فضائل و مناقب اہلبیتؑ میں امام احمد حنبل امام نسائی وغیرہ محدثین اور عارفین کاملین کے ایسے اقوال دو چار نہیں جبکہ بہت سے ہوں کہ جن سے اُن میں شان باری اور خلافت اول دُنیا پر حکومت و امامت سب کو نظر آتی ہو تو پھر سخت افسوس اور حیرت ہے اسلام کے معتقدین علما حکما و خلفا و کلا پر کہ وہ سخت سے سخت معاملوں کا فیصلہ کر ڈالیں گے بال کی کھال نکال ڈالیں گے لیکن پھر بھی ایسے اصحاب کو کہ جن کے ایمانی عمر کی مقدار فضیلت سے بڑا قوی حصہ تیس چالیس برس کفر کا زمانہ نکال کر پھر بعد اسلام بھی خدا و رسول کی مرضی سے ثابت قدم نہ ہونے پر اور کونسی باتوں سے ان کو علیؑ پر فضیلت دی جاتی اور رسول کا خلیفہ بنے بنانے میں ہمت و جسارت کی جاتی ہے کیا صحابہ کو

ترک جنازہ رسول کی فضیلت اور سقیفہ جیسے فتنہ انگیز مقام کی آپس کی حقیر و ناپائدار گدی نشینی پاکر فرضی غرضی خلافت ملنے کی بنا پر پہلے دوسرے تیسرے درجہ کا خلیفہ بنا کر بحکم خدا حضرت علیؑ خلیفۂ رسول زوج بتول مجسم ایمان سے افضل سمجھ لیا جائے اور علیؑ کو چوتھے مرتبہ پر آپ ہی آپ گھٹا دیا جائے تو کیا لوگوں کے ایسے ذاتی اعتقاد پیدا کر لینے سے واقعاً فرش کا مرتبہ عرش سے بڑھ جائے گا اور علیؑ و فاطمہؑ کو ناخوش کرنے سے نجات یافتہ ہو جائینگے۔ کیا لوگوں کو حق و باطل پھر بھی تا قیامت دودھ کی طرح جدا صاف نظر نہ آئے گا اگر کوئی اپنے عالموں اپنے راویوں اپنی حدیثوں تاریخوں اور تفسیروں کے صاف صاف فیصلوں کو بھی نہ مانے گا تو پھر مر جانے پر آپ پچتائے گا بجز ناسفت و ندامت کچھ ہاتھ نہ آئے گا ورا اپنی کتابوں اور عالموں کو بے اعتبار بنائے گا اور پرت تصوف جیسی راکھ بھوسی سے بجائے دلوں کی منجھائی صفائی کے اور بھی مکدر کرے گا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مصور حقیقت۔ ابو المظفر

تصوّف کا انجام

(یا)

ارواح تصوّف میں ہلچل

خاک کوئے یار! ہم سے! یہ غبار
دیکھنا! تو کیسی چھانی جائے گی

قبل از اظہار عقائدِ تصوّف کے بموجب انسانوں کے تین طبقے دکھانے پر مجذوب بھی اپنی بڑ ہانکتا اور ذاتی نوٹ پیش کرتا ہے ؛ چنانچہ انسان کے قطرات باراں کی طرح تین طبقے ہیں۔

(۱) کافر و مشرک منکر خدا

انگندے کے سڑے ہوئے پانی کے جسکی بو جسموں کو بیمار کرتی ہے۔

(۲) عالم مذہبی کی خالیں

ش حوض۔ تالاب۔ دریا ے پانی کے ہیں جو کہ علم ظاہری ے عوام کو نجات کفر سے پاک کرے خود حکم خدا بجا لانے عبادت کرنے سے اجرت بہشت کے طالب ہوں۔

(۳) اہل باطن صوفیائے کرام کی مثال

وہ قطرات باران جو کہ زمین میں جذب ہو کر نیچے سمندر میں جا ملتے ہیں یا کہ دریا کا پانی سمندر سے ملنے کو بیقرار ہو اسیطرح سے اہل باطن اپنے معشوق حقیقی مقصود اصلی سے ملنے کو بےچین اور بیقرار ہیں۔

بعض عارفوں کا قول ہے کہ ربوبیت کا بھید عوام پر ظاہر کرنا کفر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر یہ ا ظاہر کردیا جائے تو نبوت بیکار ہو جائے اور نبوت ایسا راز ہے کہ اسکے ظاہر کرنے سے تمام علوم بیکار ہو جائیں۔ اور عارف کامل کو خدا کے ساتھ ایسا راز ہے کہ اگر وہ ظاہر کردیا جائے تمام احکام خدا بیکار ہو جائیں۔"

مذکورہ اعتقاد پر چند امور غور طلب ہیں۔

اوّل اعلیٰ طبقۂ انسانی میں انبیا کی بابت نہ بتایا کہ ان کا طبقہ کوئی جدا ہے یا کہ وہ اہل باطن میں داخل ہیں یا کہ عالم مذہبی میں شامل ہیں (۲) ربوبیت کا بھید جتنا کہ اہل باطن پر کھلا ہے اُتنا انبیا بھی واقف ہوے تو اہل باطن اور انبیا مرتبہ میں مساوی ہو گئے جس سے ریاضت کے کمالِ قدرت سے انبیا کی بعثت عبث ثابت ہوتی ہے اور اگر قول رسول مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ پر غور کیجیے تو تمام صوفیاے کرام کا مرتبہ رسول سے میلوں زائد بڑھ جائے گا کیونکہ کوئی نبی ولی کنہ ذات باری سے مطلع نہیں ہوا خیر تو فرائض بھی دونوں کے ایک ہیں یا کہ جدا ہیں! ربوبیت کے راز کا علم اہل باطن کو خود خدا نے بتایا ہے؟ کہ اگر جب ابدال و اوتاد نے اپنے کشف و مراقبہ و دیگر ریاضت کے بدولت آپ ہی حاصل کر لیا ہے تو آیا دیگر فقرا گیروی صورت صوفی سیرت بھی اپنے کشف و مراقبہ اور ریاضت کے ذریعہ خدائی راز معلوم کر سکتے ہیں تو وہ بھی ابدال کا مرتبہ پا سکتے ہیں؟ یا نہیں صرف ابدال ہی کو معلوم ہے تو انکی تعداد کتنی ہے اُن کے دُنیا میں آکر کیا فرائض ہیں؟ انبیا اور عالم دین کے موافق فرائض ہیں یا کہ ان سے بالاتر صرف روزمرہ ذکر اذکار وغیرہ کا نیا ڈھرا پیدا کرنے کشف و مراقبہ اور ریاضت شاقہ بجا لانے اور اپنے مقصد اصلی خدا سے ملنے پر بیقرار ہونا ہے تو عوام الناس یا کہ عالم دینی اگر اپنے فرائض دینی دنیوی کو ترک کر کے اسی ڈھرے پر چل کر اذکار کشی اور نفس کشی کرتے ہوے خدا سے جا ملنے کے لیے ایسی ہی تڑپ اور بیقراری دکھائیں تو کیا خدا ان کو اپنے میں ملانے سے روک دے گا یا کہ ابدال مانع ہونگے اور سا گریہ اخلاقاً و مروتاً منع کرینگے تو پھر ہر اس طرح کی ریاضت کرنے والے کو ابدال و اوتاد ہونے کا حق حاصل ہو سکتا ہے یا یہ کہ درجہ ابدال و اوتاد بھی نبوت کی طرح چند افراد کامل تک ختم ہے۔ انکے علاوہ عوام تو کیا اک مذہبی عالم یا کہ نبی برگزیدہ بھی نہیں پا سکتا ہے! پھر درجہ

ابدال و انبیا کے مرتبے سے بالا یا برابر ہیں تو رسول صرف برگزیدہ عالم اور باعث ایجاد کائنات فخر موجودات نہ ہو سکیں گے بلکہ ابدال بھی ہونگے لیکن ابدال کو رسول کے مقابلہ میں کسی نے باعث ایجاد برگزیدہ عالم نہیں بتایا ہے اور اگر ابدال و اوتاد کا مرتبہ انبیا خصوصاً رسول اکرم سے پست تر ہے تو یہ اور بھی عجیب ہے کہ رسول باعث ایجاد عالم ہو کر خدا کی کنہ حقیقت کے راز سے باخبر نہوں اور ما عرفناک حق معرفتک فرما کر اظہار عاجزی کریں اور ذکر اوراد و کشف و مراقبہ کر کے فنا فی اللہ ہونے یا انا الحق اور ما اعظم شانی کہکر خود کو خدا کہنے کے متمنی نہوں لیکن بعض ابدال اور منصور و بایزید جیسی ارواح وجد میں خود کو خدا کہکر مقتول کرا دیں اور واصل یا مجذوب بن کر فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کریں۔ راز ربوبیت سے خود بخود ماہر ہو کر عہدۂ نبوت کو بیکار ٹھہرا دیں تو وہ رسول سے افضل نہو جائینگے انبیا کو کسی نے ابدال و اوتاد نہیں کہا ہاں ائمہ کو اقطاب عالم لقب رسول سے حاصل ہوا اور ائمہ بحکم خدا قطب عالم ہیں اور نہ ابدال و اوتاد کو خدا نے یا کسی معتقد نے نبی ٹھہرایا ہے۔

اہل باطن کے چند مختصر افراد کا گروہ صفوف ملائکہ و انبیا سے جدا ہے اور اعتقاد تصوف کچھ بالا ہی بالا نظر آتا ہے۔ چنانچہ اتحاد باہمی سے خالق و مخلوق کو ایک ہمہ اوست کے خمیر میں گوندھ کر ان کے ذاتی صفاتی فرق و امتیاز کو دور کر کے بیساختہ یہ شعر بھی زبان پر جاری ہوتا ہے ؎

اتحاد باہمی سے فرق یکسو ہو گیا۔ تو نہ اب تو ہی رہیں۔ تو میں تو میں تو ہو گیا

اب ہم اس ابتدائی دور تصوف کے بانیان ابدال کو انکے علوم و فنون ظاہری و باطنی اور مراتب کشف و کرامات اور وصال و فنا پر فائز کرتے ہوئے یہ سوال کرتے ہیں کہ آیا ذکر سماع و رقص و سرود اور قوالی کی بنا بغرض حصول معرفت و عشق خدا خود بانیان تصوف یا ابدال و اوتاد نے ڈالی ہے تو زیادہ قابل مدح تقلید و آفرین

ہوگئی اگر انھوں نے نہیں بلکہ بعد میں معتقدین خلفا و فقرائے تصوف نے رونق دینے کیلئے
ایجاد کیا ہے۔ اور تصوف کے سادہ ہیولانی لباس کو مختلف طریقوں کے نمائشی تسویلی
لباس سے بنا سجا کر عیش پسندی عشق پرستی سے معرفت و عشق خدا کے دبے ہوئے
ہیں تو آیا انکے بانی و فخر کا دینے بانیان تصوف ابدال و اوتاد کے نام کو زندہ
کرنے والوں) کی روحیں بھی ابدال کی طرح اپنے اصلی مرکز خدا سے ملکر جذب و
وصال و فنا کے مرتبہ حاصل کرینگی تو پھر ابدال کی خصوصیت تقرب کی جاتی رہے گی
اور اگر خلاف اخلاق و مروت ارواح ابدال نے یا کہ خدا نے ان کا بلا لینا مکروہ
سمجھا تو کوئی اور جگہ (علاوہ مرتبہ وصال و فنا اور مقام بہشت کے) تجویز کی ہے
تو وہ کون جگہ ہے یا یہ کہ بہشت ہی مقرر کی گئی ہے تو ان کے بہشت حاصل ہوجانے
پر اب قوال اور کسبیوں کی اسطرح وجد و سرور میں آکر جسارت کریں اور بے تکی تال
و سُر ملا کر اپنا راگ یوں الاپتی ہیں کہ ابدال و اوتاد پیران پیر سجادہ نشین و فقرائے
برنا و پیر تو سبکے سب اپنے اپنے ٹھکانے جا لگے۔ یہاں بھی مزے اُڑا گئے پھر خدا سے
جا ملے۔ یا کہ اکثر بہشت جا پہونچے لیکن جنھوں نے ہمکو ذریعہ ترقی و یادگار اسلاف
تصوف اور موجب معرفت و عشق خدا گردانا ہے انھوں نے ہمارا ٹھکانا کہاں تجویز کیا
ہے۔ اگر ہم عرس اور قوالی کی محفلوں کو رونق کے ساتھ ترقی نہ دیتے اور سجادہ نشین
اور فقرا و مساکین کی گھر بیٹھے معاش معاد کا ذخیرہ فراہم نہ کراتے تو کیا وہ آسانی سے
خالی ذکر اذکار کشفی اور کشف و مراقبہ سے مرجع خلائق بن جاتے۔ جبکہ ہم انکی معاش و
معاد کا جزو اعظم اور زرخیز وسیلہ مسلّم ہو گئے۔ واقعہ ہے۔ تو کیا آخری وقت میں بھی
ہماری دستگیری نہ کرینگے۔ خواہ ہماری جگہ ابدال و اوتاد کے نام زندہ رکھنے پر انکے
قریب یا کہ سجادہ نشین درویشوں کے حلقہ میں کہیں بھی مقرر کر دی جائے بسر و چشم
قبول کرنے پر تیار ہو جائینگے بس ہم کو اگر کسی گوشہ میں جائے عافیت نہ ملے گی

اسلیے کہ ہم اُن سب کا دامن مغفرت تھامے ہوئے ہیں تو پھر اُنکی بیعت دستگیری سے قطعاً دست بردار ہو جائینگے اگر انکی مغفرت اور قیام امن و عافیت کا انتظام ہو گیا تو دیگر قوال میراثی اور کسبیاں جو کہ بدقسمتی سے غیر یک قوالی ایکان ہو سکے مدعی ہوں گے کہ جبکہ ہمارے ہم پیشہ کی منظوری ہو گئی تو ہم بھی تو صوفیانہ حقانی غزلیں گاتے اور تصوف کے اسلاف اور انکے خیالات کو پھیلاتے ہیں تو کیا ہم اس دستگیری سے محروم کر دیے جائینگے جنکی دستگیری کی کامل توقع ہم کو ہو چکی ہو۔

جذب و فنا کی معقول اور دلچسپ گفتگو

فنا کیسی بقا کیسی جب انکے آشنا ٹھہرے ٭ کبھی اس گھر میں آ اُترے کبھی اُس گھر میں جا ٹھہرے

بعد اس گفتگو کے اب ہم پھر مذکورہ شعر سے خاک کوے یار ہم سے یہ غبار دیکھنا! تو کیسی چھائی جائے گی۔ کو دوہرا کر پھر جذب و وصال اور فنا کی بحث ہانکتے ہیں جو کہ خالی از لطف نہ ہو گی:

کہ لفظ فنا کا تحقق وہاں درست ہو گا جہاں پر کہ دو جسم متحد بالذات و ہم صفات ہوں اور وہ مل کر بلا امتیاز ایک ہو جائیں۔ یا یہ کہا جائے کہ ایک قسم کے دو بسیط عنصر یا دو رقیق و سیال حصوں کا مل کر اسطرح ایک ہونا کہ پھر ان میں دوئی کی تمیز مٹ جائے۔ جیسے پانی پانی سے۔ ہوا ہوا سے۔ آگ آگ سے۔ خاک خاک سے۔ دودھ۔ خون۔ رنگ۔ پلٹے گندھے ہوئے آٹے کٹے ہوئے سفوف اور دیگر یکجا مرکبات وغیرہ۔ جبکہ یہ اصول مقرر ہو چکا تو اب سوال پر سوال اور محال پر محال یوں وارد کیا جاتا ہے کہ خدا میں فانی شدہ شے محض مخلوق ہے کہ محض خالق! اگر یہ مجسم مخلوق ہے تو اسکا کوئی دوسرا خالق خدا غیر مجسم ہونا چاہیے جو کہ تمام جسمانی صفات سے پاک ہو۔ اگر وہ دوسرا بصفات خالق ہے اور یہ بصفات مخلوق ہے تو ہمارا

تو ہمارا مدعا حاصل ہے کہ خالق اپنی مخلوق سے اور صانع اپنی مصنوع سے ذات وصفات میں جدا ہوتا ہے۔ خالق ومخلوق کا ایک ہونا محال ہے۔ اور اگر اسکے ساتھ دوسرا بھی مجسم شے ہو تو پھر اسیطرح سوال مثل سابق کر کے دَور یا کہ تسلسل قائم کر کے اس شق کو باطل کر دینگے۔ اسکے علاوہ اُن مجسم شے کا متحد بالذات وہم صفات ہونا پھر اُن کا اسطرح ملکر ایک ہونا کہ ان میں دوئی نہ رہے۔ صاحبان تصوف کو ثابت کرنا ہوگا۔ اگر فانی خود شے بھی خدا ہے جیسا کہ ہمہ اوست سے یا کہ منصور کے انا الحق اور بایزید کے ما اعظم شانی کہنے سے معلوم ہوتا ہے تو خدا کا خدائے دیدہ ودانستہ مرکب ہو کر فانی ہونا ثابت ہوگا۔ نیز یہ کہ دنیا میں کوئی شے بصفات مخلوقیت نہیں رہتی دنیا کی سب ہی چیزیں ایسی خدا ہیں جو کہ رات دن فنا ہوتی اور بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ اولیاء اللہ اہل باطن خدا نہیں ہیں بلکہ اپنے کمال کشف وریاضت سے آخری وقت پر قطرہ دریا کی طرح خدا میں جا ملتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔ تو اب ان دو چیزوں کے ایک ہو جانے کے بابت پوچھتے ہیں کہ آیا ان کا جسم خدا کے جسم سے ملتا ہے یا انکی روح خدا کی روح سے جا ملتی ہے۔ اگر ان کا جسم خاکی خدا کے واقعی یا کہ مفروضہ جسم سے ملتا ہے تو خدا کا مجسم ہونا ثابت ہوتا ہے اور اگر خدا کا جسم کثیف ہونا بُرا سمجھا جاتا ہے اور نوری جسم فرض کیا جائے تو بھی خدا کے نوری جسم میں اہل اللہ کے کثیف جسم کا ملکر فنا ہونا دشوار اور محال ہے کیونکہ جو شے کثیف ہے وہ اپنی کثافت پر باقی رہ کر کسی لطیف نوری آبی جسم میں مل کر فنا نہیں ہو سکتی کہ دوئی کی تمیز نہ رہے۔ کثیف کی کثافت اپنی جگہ پر وجود کو ممتاز رکھے گی۔ اور لطیف شے کی لطافت اپنی جگہ باقی رہے گی مثلاً ڈھیلے پتھر کو پانی میں ڈالنے یا اسے کوٹ کر پانی میں ملا دینے سے انکی ذاتی کثافت نہیں ڈھل سکتی پانی پتھر نہ ہو جائیگا یا کہ نا اہل اور جاہل کی نجاست وخباثت کسی عالم اور شریف سیرت کے پاس فقط بیٹھنے سے نہیں جا سکتی ذات وصفات ہر ایک کے

جائیں۔ جل بھن گئی ہی ہو اور غبار اپنی جگہ پر بھی غبار ہوگا بغیر آزار پہنچائے نہ بان
آئیگا۔ لطافت و کثافت کے اعتبار سے ان میں اتحاد بننا ناممکن ہے اچھا اگر
اجسام لطیف و کثیف کے باہم ملا کر ایک ذات و صفات کر دینے میں دقت بغیر
کوٹے چھانے) سخت دشواری ہے تو اچھا اسے جانے دو اور جسم کثیف کو تو قبر میں
چھوڑ دیا کہ دریا برد کر ڈالو مجبوراً پھر ہم خدا کو روح یا کہ نور قرار دے کر ابدال
کی ارواح سے پھر اگر یہ پوچھتے ہیں کہ مرتبہ فنا پانے والوں کی روحیں (جو کہ کشف و
ریاضت سے بہ نسبت دیگر ارواح زیادہ لطیف ہو جاتی ہونگی) خدا کی روح یا کہ نور
میں فنا ہو جائیں اور ان کا جسم خاکی دنیا میں رہ جاتا ہے تو آیا وہ روحیں بعد
پھر اپنے قالبوں میں لوٹ کر سب کے ساتھ حشر میں جوش بپا کرینگی کہ نہیں یا بس
وصال خدا حاصل کر کے اسمیں فنا ہو گئیں اگر قیامت میں دوبارہ انکے اجسام کا
حشر نہ ہوگا تو بڑے گھر رہے۔ محشر کی سختی اور حساب کتاب کے ہول سے صاف
بچے رہیں گے۔ خواہ انبیا نفسی نفسی پکاریں۔ اور سارا اپنا اپنا حساب دیا کریں جنھیں
پھر بہشت میں آنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ پھر یہ پوچھتے ہیں کہ ارواح مسلمین کا ذریعہ
کی طرح ابدال کی روحیں بھی بلا حکم خدا ابھی فانی نہ ہونگی مرنے کے بعد جنھیں جسم
مثالی ملے گا اور بوقت صور بجز خدا ہر شے کے معدوم ہونے پر پھر اصلی اجسام میں
آکر اپنے کیے کا ذائقہ چکھیں گے تو ایسی مساوی صورت میں یہ سوال ہوتا ہے کہ
جب تک تمام ارواح باقی رہیں اس وقت تک ارواح ابدال بھی باقی رہیں گی تو بھی
فنا فی اللہ ہونا لغو ہوگا نیز جبکہ عوام کی ارواح شرف وجود و بقا پر فائز ہیں تو یہ دعوی
(اگر دیگر ارواح سے برا بھی فرض کی جائیں) اپنے کو فانی کہلا کر اپنی منقصت کی باعث
آپ ہونگی یہ بات اور ہے کہ خدا میں فنا کر لینے سے یہ منقصت جاتی رہے نیز جبکہ
بجز ذات خدا جبکہ فرشتے اور تمام ارواح وغیرہ مخلوقات نیست نابود کر دی جائینگی تو

ان ارواح کی بابت (جو کہ خدا میں ملکر فنا ہو گئی ہیں) کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہونگی اگر خدا کے ساتھ باقی اور بدستور برقرار رہیں گی تو فنا کا تحقق نہو گا وہ تو خدا میں باقی ہیں اور اگر انکو اپنے سے جدا کر کے فنا کرنا چاہے گا تو خدا کو بھی فنا ہونا پڑے گا کیونکہ یہ تو قطرات دریا کی طرح خدا میں مل کر ہم ذات وصفات ہو گئیں تھیں۔

نیز ہم کو لفظ فنا کا استعمال کرنا اُسوقت صحیح ہو گا جبکہ ہم فنا ہونے والی چیزوں کی حقیقت معلوم کر کے اُن کو ہم ذات وصفات حقیقت مقرر کریں لیکن ہم کو یا کسی کو حقیقت روح معلوم نہیں کہ وہ کیا شے ہے اور نہ ہم کو یا کہ خاص انبیا کو حقیقت کنہ خدا معلوم ہے اور نہ اہل باطن ابدال وادتا دنے اس راز سے کسی کو واقف کرنا چاہا ہے تو آپ فرمائیے کہ دو مجہول الحقیقت شے کے درمیان اتحاد حقیقی یا کہ فنا وصال کا رشتہ پیدا کر دینا سراسر جہل اور لغو ہو گا جسے حقیقت پرست عقلا ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے اور غیر معتقد معمولی عقل دماغ کے اشخاص ایسے توہمات کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اچھا اگر ہم بتعلیم قرآن پاک روح کو حکم ربّی مانیں جس سے کوئی مسلمان انکار نہ کریگا تو اور بھی اعتقاد فنا فی اللہ سراسر لغو ہو گا۔ کیونکہ روح جبکہ حکم خدا ہے تو حکم بھی ایک مخلوق شے ہے نہ کہ خالق۔ تو مخلوق کا خالق میں اور حکم کا صاحب حکم میں دوبارہ واپس ہو کر ملنا مٹنا اور فنا ہو کر پھر ایک ہونا کیا خوب منطق ہے۔ پھر یہ کہ خدا کی ذات وصفات بعینہ ایک مِن جسمانی صفات سے پاک ہیں تو وہ غیر ارواح کو اپنے میں شریک کر کے فنا کا شرف عطا کرنے کو اور اپنے میں شرک اور ترکیب احتیاج کا عیب لگا لینے کو کیوں پسند کرے گا تو بغیر اسکی اجازت ارواح ابدال کا خود اپنی ریاضت سے یا کہ معتقدین کے توہمات سے خدا میں جبراً گھسنے اور زبردستی جذب وصال اور فنا حاصل کرنے سے کیا نتیجہ جس جبر سے بھر گئی ہے اہل باطن اپنے عشق ومحبت صادق کو مٹا کر اپنے معشوق حقیقی میں عیب پیدا کرنے سے اک نا رستی غرضی دوست جو اپنے میں بھلائی اور دوسرے میں بدی کے

خواہاں ہوں اثبات ہوں گے - پھر ہمہ اوست کے موجب صرف چند اوضاع ہی کو خدا سے
ملنے اور اتحاد و فنا کا شرف پانے کی کیا ضرورت ہے دنیا کی ہر خشک و تر حسین و قبیح مومن و
کافر سب کو مل جانا چاہیے - نیز وصال و فنا سے تقرب حاصل کرنے کی تمنا تو اپنے سے غیر چیز کو
ہوتی ہو جبکہ خالق و مخلوق کی ذات و صفات ہی ایک ہیں اور خالق ہی اپنی مختلف شکلیں
دنیا میں دکھا رہا ہو تو جسم کے مختلف پرلے ڈال ڈال کر اپنے سے جدا کرنے اور پھر اپنے میں ملانے
کے واہی خیال سے جدائی ڈالنے کی کیا ضرورت رہگئی پس یہ کل عالم یا کہ خدا ایسی کوئی ایک
ذات ہے کہ جو سدا اپنی مختلف شکلوں میں فنا اور نمایاں ہوتی رہتی ہے جس کی یہی حالت ہمیشہ
رہے گی قطعی فنا نہوگی پھر عالم کو فنا کرنے کی کیا ضرورت رہیگی اور بہشت و دوزخ اوامر و نواہی
عبادت نبوت اور قیامت وغیرہ سب بیکار ہوجائینگے یہ تصوف کی اصطلاحیں بغیر مخلوق کو خالق سے
جدا کیے اور خالق کو صفات جسمانی سے پاک بتائے ممکن اور درست نہونگی - ہمہ اوست کے
خیال سے عالم کا قدیم ہونا اور خالق کا فنا اور تقسیم ہونا عیاں ہوگیا اور وصال و جذب اور
فنا سے خدا کا مرکب و محتاج ہونا کھلا ہے - انبیا ایک لاکھ چوبیس ہزار گذرے ہیں انکی ارواح نے
کشف و مراقبہ کے ریاض کر کر کے خدا میں جذب و فنا ہونے کی نہ خود تمنا کی نہ کسی صاحب
باطن نے انکی بابت کبھی ارشاد فرمایا کہ وہ فنا فی اللہ ہوگئے بھلا غریب عوام الناس کا کیا ذکر
پھر اہل باطن جیسے لکیر کے فقیروں کی بابت بھی کوئی پیشین گوئی یا کہ بشارت علانیہ نہیں سنائی
پڑتی کہ وہ سب لازمی وصال و فنا پر فائز ہونگے رہ گئے وہ چند ابدال و اوتاد یا کہ غوث و
قطب جنکے نام فہرست میں مختصر ہونگے یہ بھی زندگی میں وصال و فنا پر فائز کیوں نہ ہو سکے
اپنے اپنے وقت پر موت آنے سے جسم تو زیر خاک ہوا اور مریدین کے کمال اعتقاد سے وہ
وصال و فنا پر فائز کر دیے گئے نہ مرید وہاں دیکھنے گئے نہ انکے پیروں نے وہاں سے نکلکر
اپنے وصال و فنا سے کسی کو آگاہ کیا یوں اگر خواب میں کہدیا ہو تو اور بات ہے لیکن یہ ابدال
جو کہ سابق انبیا کے وقت میں نہ تھے جبکہ زمانہ رسالت مذہب تصوف قائم ہونے سے خدا نے

دُنیا میں صرف چند روز کے لیے کیوں اپنے سے جدا کرکے بھیجا اور کیا اہتمر فرائض علاوہ انبیا و
علماء کے انہوں نے ادا کیے تھے کہ جبکہ پھر مقصود اصلی میں جا ملنے کی بے چینی لاحق ہوئی اور وہ
پھر وہیں جا ملے۔ پانی ضرور اپنی مرکز کی جانب ہوا اپنی جانب کھنچکر ثبوت دیتے ہیں
کہ ہر جز بسیط عنصری بوجہ قاسر کل سے جدا ہو جانے پر اپنے مرکز کل سے ملنے کی تمنا
رکھتا ہے اور وہ مانع چیز برطرف ہوئی یہ بھی فوراً اپنے کل سے جا ملتا ہے۔

مگر اس قسم کی تڑپ بے چینی اک جز کو اپنے کل کے ساتھ ہوگی غیر کو تڑپ دکھانے پر خدا سے
ملنے کی کیا ضرورت ہی جس سے یہ معلوم ہوا کہ ابدال کی ارواح کوئی غیر چیز نہیں خدا کے حقیقی
اجزا ہیں جو چند روز کے لیے کل سے جدا ہو ہوکر پھر قطرات باراں کی طرح بہہ کر کل آخر
(یعنے خدا) میں جا ملتے ہیں۔ خدا میں کمال اُسیوقت ہوگا جبکہ تمام مقررہ ارواح کی تعداد
اسمیں جمع ہو جائیں ورنہ جبتک ناقص ہیگا اور اپنے ناقص منہ پر اپنے اختیارات کو بھی انجام نہ دے سکے گا۔

پھر جبکہ کل ارواح اسمیں جا ملیں اور وہ مرکب کامل ہو گیا تو مذکورہ خیال کا اعادہ کرکے کہا جاتا ہے
کہ انکو بروز قیامت بہشت میں خدا بھیجنا پسند ہی نہ کریگا اور نہ انکی ارواح کو بلحاظ وفاداری
بہشت میں جانے کی خواہش کرنا چاہیے کیونکہ خدا سے مرتبۂ اعلیٰ وصال حاصل کرنیکے مقابل بہشت
ادنیٰ مرتبہ کی طلب ہے کیا چیز۔ اور نعمات بہشت اُنکے سامنے ہیچ ہیں۔

اور خدا انکو بہشت میں بھیجنا کب گوارا کریگا۔ اسلیئے کہ جن چیزوں سے خدا میں کمال حاصل
ہو کر اسکی عین ذات ہو گئی ہوں انکو اپنے سے جدا کرکے خود کو ناقص بنا کر معطل کردینا پسند کریگا
ہرگز نہیں۔ اگر ارواح خود سے بہشت میں آئینگی تو اپنے محبوب کو ناقص کرکے وصال میں فراق
اتحاد میں جدائی کس دل سے گوارا کرینگی یہ بد معاملگی خلاف عشق اور اعتقاد تصوف درست
نہوگی بغیر خدا کو لیے بہشت کی سیر ممکن نہو سکے گی۔

محبت اتیری از خود رفتگی نے کھو دیا مجکو — دو عالم سے گیا گذرا ٹھکانا اب کہاں میرا

غرضکہ مجذوب کی ترنگ معلوم منہ سے کیا کیا کہلواتی ہے اور اسلام اور غیر اسلام کو کیا خوب کتاتی

اور جسمانی ہو اگر وصال و فنا کے معنے حقیقی نہ لیے جائیں جن سے کفر بر کفر اور محال بر محال ثابت ہوتا چلا جاتا ہو بلکہ انکے معنے مجازی یا اصطلاحی طبعزاد دیئے جائیں کہ ارواح اقطاب و ابدال کی بہ ذاتی ریاضت مجاہدے مکاشفہ مراقبہ کی قدرت طاقت سے خدا میں ایسے محو مستغرق ہوجاتے ہیں کہ انکو عالم بیخودی میں اپنی یاد دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی تو بہت مناسب تھا کہ جب مجتبے دنیا میں بحالت زندگی قبل مرت انکو حاصل ہونا چاہیے تھے۔ مرجانے پر صرف انکے ارواح کو خدا میں واصل اور فانی نہ کرنا چاہیے بلکہ ہر صاحب بیخود کو بھی جبکہ وہ مذکورہ ریاضتوں پر فائز ہوجائے زندگی میں فنا فی اللہ کہنا چاہیے ورنہ انکی ریاضت کی جو محنتی اور بڑی ناانصافی ہوگی جو کہ عدالت خداوندی اور مروت اہل تصوف کے سراسر خلاف ہے دوسرے یہ کہ اپنے اوپر حالت وجد و بیخودی صدائے رباب و سرود سے ایسی طاری کرلینا کہ جس سے اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہے عقل اور مذہب اسلام میں کب روا ہو اگر قوالی میں میراثی اور کسبیوں کی غزلیں ان کا سرود و غنا حال و قال کرنے وجد و سرور میں لانے کے لیے جائز ہو تو باقی جگہوں کا گانا اور نشہ لانے والی چیزوں سے بدمست ہوجانا بھی جائز ہونا چاہیے۔

چونکہ مذکورہ عقائد تصوف عالمگیر ہیں شاعری جس سے فروغ یافتہ اور ہمیشہ سے خود دامنگیر ہے علمائے اسلام سدا سے مخالفت اور حکم تکفیر پر تیار ہوئے جب ہی تو حضرت منصور حلاج کے انا الحق کہنے پر بادشاہ بغداد نے دیگر علما خاص کر جنید بغدادی کے فتوائے پر حکم قتل دیا اسلیے کہ ظاہر پر عمل ہوتا اور ردائے اچھی بُری لگائی جاتی ہو اسی بنا پر سابق صوفیائے کرام بلکہ بانیان تصوف امام قشیری و امام غزالی وغیرہ بعدہم کے اکثر عقائد اور ایجاد کردہ جو اصطلاحیں کتابوں اور عام خاص کی زبانوں پر جو کچھ ہیں انکو چونکہ عقل اور خدا و رسول کے خلاف پایا ہو تو بھی جیسے اہل دل کا قلم قدرت شیم اٹھا ہو ورنہ تو وصال و فنا فی اللہ ہونے والوں پر کس کی مجال تھی کہ زبان کو گویا کرتا۔ ان اصطلاحوں کے معنوں اور مطلبوں کو

شعرا نے مختلف طرح سے ادا کر دکھایا مخفی باتیں اہل باطن کی کب تک صیغۂ راز میں رہتیں اہل ظاہر پر بہت کچھ کشف حقیقت کا کام کر گئی ہیں نجیال غالب سے ڈبویا مجکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا۔ یا کرے اتحاد باہمی سے فرق کیسو ہوگیا ہے تو نہ اب تو۔ میں نہ میں۔ تو میں۔ تو میں تو ہو گیا۔ یا فارسی مقولے ہمہ اوست کی تائید میں کے او خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ یا یہ کہ من تو شدم تو من شدی وغیرہ زبردست باتوں سے انکار نہیں ہو سکتا کسی کے تاویل کرنے آپس میں جواب دے دلا کر خود خوش ہو جانے سے کسی اہل مذہب کو نجات نہیں مل سکتی شیطان اپنے نزدیک معقول دلیلوں سے خود کو فضیلت دے کر خلافت کا حقدار بنانے پر ملعون و مردود بارگاہ ہوا۔ اسکی کثیر عبادت۔ اعتقاد وحدانیت نبوت وقیامت فقط انکار خلافت آدم پر یکدم باطل کیوں ہو گئے اگر خدا اسکو معاف کر کے ذرا رحمت سے کام لیتا تو سارے جہان کے اعمال نجانے اسقدر نہ بگڑتے۔ قرآن میں آدم و ابلیس کا قصہ یا اشارہ پچاسوں جگہ پر رکھنے سے تا قیامت سب کو عبرت و تنبیہ کی ہے کہ اپنی رائے سے خدا۔ نبی اور خلیفہ بننے بنانیوالے خدائی اختیارات و شفاعت اپنے معتقدین کو از خود دلانے والے بھی نجات نہ پائیں گے ورنہ تو پھر شیطان کو بھی مع معتقدین کے طالب معافی ہوکر نجات یافتہ ہونا چاہیے۔

راقم ایک حق پرست اہل باطن معتقد حقیقت ابوالمظفر

تصوف کی عجیب و غریب بعید از فہم کیفیت

جبکہ فارسی اردو کے "ہر چہ ہست ہمہ اوست" و نیز "خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ" وغیرہ جیسے فقرے دنیا میں فقط مشہور ہی نہیں بلکہ فن تصوف کے عنصر اور مرکز ہیں جس اعتقاد کی وجہ سے منصور حلاج نے انا الحق اور حضرت بایزید نے ما اعظم شانی کہکر اپنا سے قتل و رسوائی خود اپنے اسلام کے علماء سے و نیز جنید بغدادی

جیسے امام اہل باطن سے اٹھائی اور انھوں نے مذکورہ اعتقادی عقیدوں کی خود
اپنے قول اور عمل سے تصدیق کرکے خالق و مخلوقات کی ذات و صفات کو بعینہٖ ایک
ثابت کیا تو پھر دونوں کی ایسی متحدہ صورت ہونے پر اور بھی تعجب پر تعجب اس خیال سے
رہتا ہے کہ پھر تصوف کی فرد کامل کو کسی قسم کے ریاضت و عمل سے ذکر و شاغل کرنے
نئی نئی اصطلاحوں کے ایجاد میں سخت زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت پڑی۔ انکے
خود عقیدوں اعتقادی اصولوں نے انکے عمل کو خود ہی باطل اور فنا کر دیا۔ بلکہ انکے
ریاضت عبادت نے خود کو مخلوق بنا کر اپنے خالق سے جدا کر دکھایا۔ تو اسوجہ سے
انکے اعتقاد میں عمل میں سخت تصادم اور تناقض پیدا ہو گیا کہ انکے اعتقاد نے
انکے عمل کو اور ان کے عمل نے ان کے اعتقاد کو ٹکرا ٹکرا کر قطعاً معدوم نیست نابود کر دیا
جبکہ دونوں ملکر خالق بنگئے تو پھر اپنی عبادت آپ کرنے سے اور اپنی حماقت ہوتی ہے
اور جبکہ مجاہدہ و مراقبہ وغیرہ باتوں کے عامل ہوئے تو خدا میں پانی کی طرح ملکر ایک
نہیں ہو سکتے اور خود کو پھر خدا بھی نہیں کہلا سکتے۔ منصور کو اسی قاعدہ پر علما نے
کافر کہکر قتل کرا ڈالا۔

پھر ایسے باطل اعتقاد اور عمل کے مان لینے پر نہایت معقول قابل پسند بات
یہ اور پیدا ہو گئی کہ تصوف کے ایسے اعتقاد و عمل کی ابتدا کرنے کے بعد رسول
مقبول صلعم ۳۰۰ھ میں بذریعہ امام قشیری خدا کو کیوں ضرورت ہوئی اور پھر
۵۰۰ھ میں امام غزالی کو تصوف کا بانی قرار دینے کی کیا حاجت داعی ہوئی
رسول کے صحابہ کو و دیگر مومنین و مسلمین کو دو تین سو برس تک ادھر اور رسول سے قبل
آدم تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کو ہزاروں برس ادھر تصوف سے و نیز اپنے مع جاذب
واصل فنا فی اللہ کرنے سے الا اللہ کی ضربیں لگوانے سے خدا نے کیوں محروم رکھا جن
کل باتوں کی حقیقت سے مراقبہ مجاہدہ کرنے سے یہ حق ہم پر منکشف ہوا کہ تصوف کا

مدار اپنی ایجادی مشق ریاضت یا کہ مجازی حسن کی مختلف اداؤں کی کثرت
پر ہے۔ اور اُسکا رشتہ نا تہ خدا و رسول سے نہیں بلکہ غیر مسلم مذاہب ہنود۔
بودھ عیسائی اور یونانی مذاہب سے بہت کچھ متحد ہے۔ (جسکا ثبوت تاریخی
مکمل دوسرے حصہ میں دیا ہے) ملاحظہ کیجیے پس اگر مذکورہ باطل خیالات کی بلند
پروازیوں کو چھوڑ کر اپنے اسلام کے سیدھے سادے اصول فروع پر بخوشی عامل
رہتے تو خدا سے ملنے نجات حاصل کرنے کے لیے بہت کافی تھا۔

مذہب تصوف کے مشہور افراد بیشتر مختلف علوم حکمی ریاضی و فلاسفی و
کیمیاوی و عمل مسمریزم و علوی و غیر علوی میں ماہر ہو کر قابلیت میں ایسے مشہور ہو جاتے
کہ وہ بھی انبیا کی طرح از خود معجزات و کرامات و الہام دکھانے پر قادر کیے جاتے اور
اقطاب و ابدال و اوتاد کے القاب سے ملقب ہوا کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ انبیا میں
خدا کی طرف سے معجزہ کرامات دکھانے غیب کی خبر بتانے کی طاقت عطا ہوتی ہے
اور یہ لوگ خدا کا اتنا بھی احسان اپنے سر پر نہیں لیتے بلکہ خود اپنی ہی ریاضت
اور ہاتھ پیروں کی قوت دل کی حرکت نفس کشی کی بدولت انبیا جیسی طاقتیں
پیدا کر کے اُن سے پچاس قدم آگے بڑھکر خدا میں جا ملتے اور شیر و شکر کی طرح گھل
مل جانے کی قابلیت پیدا کر سکتے ہیں۔

خیر وہ لوگ قدیم ایام میں اُس وقت جیسا کچھ اپنے علم و عمل و ورزش و مہارت سے کمال
پیدا کر کے شہرت یافتہ اور مرجع خلائق بن گئے سو بن گئے لیکن انکے علاوہ انکے ورثہ
تصوف کے بہت سے جاگیر دار بجز دولتمند ہاتھی نشین گدی نشین ہونے اور سراپا عیش و
عشرت کے ساتھ خواہش نفسانی میں بھر پور نظر آنے کے علم و کمال سے کوسوں دور
اور جہالت نا قابلیت کے ساتھ آرائش و زینت سے ظاہر و باطن میں مخمور ہوتے ہوئے
بھی قدم بوسی دست بوسی اور بیعت کے ذریعہ نجات ابدی دلانے میں پہلے لوگوں کی

طرح بدستور مرجع خلائق ہو کر مشہور رہو رہے دُنیا میں یہی لوگ مزے اُڑا رہے ہیں قابل حق دار کو بے پیسے کوئی نہیں پوچھتا۔ حق و باطل اور اچھے بُرے کو کوئی نہیں دیکھتا چنانچہ اس عملی جامہ اور مذکر کی ایجاد کردہ مشق و ریاضت سے پیران پیر کی اسقدر عظمت مریدوں اور خوش فکر معتقدوں کی طرف سے بڑھائی گئی کہ شہدا اور انبیا کی طرح گروہ مشائخ عالم کے قطب ہیں اور زندہ ہیں خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں دُنیا ان سے قائم ہے شفیع محشر اور حاجت روائے خلق ہیں خدا کی آیتوں اور حدیثوں کو جس کا جی چاہے اپنے لیے یا دوسرے کے لیے ثابت کرنے پر ہر ایک تیار ہو جاتا ہے۔ دُنیا کی بھیڑیا چال ہو اچھے بُرے کو کوئی نہیں دیکھتا ظاہری حُسن کی ہوا پر اُڑتا ہے جس وجہ سے دُنیا ہمیشہ سے اہل تصوف کی مرید رہی اور ساسی کی لگائی بجائی رہی اور نبوت و امامت کے ہم پلہ کر دینے سے نبیوں اور معصوم اماموں کی ناقدری ہا کی تو عام طور سے پیرونکو بجائے بارہ اماموں کے اوتاد و ابدال و اقطاب کہنے لگے حالانکہ معتبر کتب سنت سے اقطاب اہلبیتؑ کو کہا ہے۔ چنانچہ رسول کی منجملہ احادیث جو کہ آیات (اثنا عشر نقیبا من بنی اسرائیل) اور وقطعناھم اثنتی عشر اسباطاً اُمماً کے مطابق بارہ ائمہ کے نائب رسول ہونے کے بابتہ اور بارھویں امام حضرت مہدی آخر الزماں کے تا حکم خدا زندہ رہنے کی گواہی دیتی ہیں فقط ایک حدیث کا بوجہ طوالت یہاں صرف ترجمہ کرتا ہوں وہ یہ کہ آپنے فرمایا کہ ستارے اہل آسمان کے محافظ ہیں جب ستارے نہ رہیں گے تو آسمان والے بھی نہ رہیں گے اور میرے اہلبیت اہل زمین کی امان اور پشت پناہ ہیں جبکہ اہلبیت میں کا ایک بھی زمین پر زندہ نہ رہے گا تو بس دُنیا بھی ختم ہی اور قیامت ہے۔

ائمہ اثنا عشر قطب عالم ہیں فتوحات مکیہ میں حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ:۔

الا اثنا عشر قطبا الذین یدور علیھم عالم زمانھم وھذا القطب ھو نائب الحق تعالیٰ - یعنی بارہ قطب وہ ہیں جن پر دور کرتا ہے اس زمانہ کا عالم اور ہر قطب حقتعالےٰ کے نائب اور حکمران ہیں (زمین و آسمان سب پر) یہی بارہ امام ہیں -

دوسرے جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی ائمہ اثنا عشر کو قطب کہا ہے - اور اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہم اقطاب عالم ہوئے ہیں -

اور کتاب نور الابصار میں ہے کہ :-

ذھب قوم الی ان قطب الاولیاء فی کل زمان لا یکون الا من اھل البیت

اک گروہ کا اتفاق (یعنی شیعہ کا) اس بات پر ہے کہ ہر زمانہ کے قطب اور ولی اہلبیت میں سے ہی ہوتے ہیں -

ابدال و داتا (یعنی پیران تصوف) نہ شہید مرے مگر شہید بلا تامل کہلائے اور شہادت کے درجے پائے - بانیان مذہب تصوف کے ایمان صحیح ہونے میں بہت کچھ تامل ہے جو ان کے ایجاد کردہ اصول اور قوانین مقررہ کے بموجب جو کہ ابدال داتا اور پیران پیر دستگیر کہلائے ان کا قیامت میں شفیع اور دین دُنیا میں حاجت روائے خلق اور مقبول بارگاہ ایزدی ہونا کب روا اور مسلّم ہو گا -

پھر جبکہ اہل باطن پیران دستگیر روشن ضمیر ابدال داتا کو خدا کی طرف سے الہام اسرار خاص حاصل ہوتے ہیں کہ وہ اگر ظاہر کر دیے جائیں تو نبوت بیکار ہو جائے نیز وہ خدا کے تمام سیاہ و سفید اور قضا و قدر کے مالک و مختار ہیں جسے چاہیں دوزخ میں ڈلوا دیں یا بہشت میں بھجوا دیں پس جن کو ایسی قدرت ہو انکو نماز روزہ جیسے فرائض اور داشتہ کے مختلف ذکر کی مشقت کرنے یا کہ حال وقال کر کے قوالوں سے زینت دینے کی کیا ضرورت ہے - ایسی وجہ سے اہل تصوف زیادہ تر نماز روزے غافل

اور حرص دنیا میں مبتلا رہا کرتے ہیں۔

صوفیانہ رنگ میں بیخودوں کی نماز | ایک صوفی مزاج کی عالم بیخودی سے
جامع مسجد دہلی میں جماعت ظہر ہوتے وقت نماز کا نیا ڈھنگ دیکھا گیا جو دل لگی
سے خالی نہ ہوگا۔ نماز صحن میں باجماعت ہو رہی تھی ایک صوفی صاحب تشریف
لائے انھوں نے بلا وضو اپنی بیخودی دکھائی کہ جماعت سے پندرہ بیس قدم کے
فاصلے سے ہٹ کر اکڑوں جھکے اور یوں ہی جھکے جھکے انجن یا گھاگس مرغ کی طرح
نہایت زوروں میں قبلہ کی جانب بآواز بلند الحمد پڑھتے ہوئے جماعت کے بیچ میں
ہو کر دوڑتے ہوئے سٹ سے نکل گئے پھر اسی طرح ذکر الحمد کرتے ہوئے وہاں سے
انجن کی طرح منہ قبلہ کی طرف کیے ہوئے اُلٹے پیروں واپس ہوئے اپنی آمد و
شد میں نمازیوں کو گرا کر نیچا دکھایا۔ ابھی آپ کا رکوع تمام نہیں ہوا اور دوڑتے
ہوئے شمال کی طرف اُتر کی جانب وہی جست بھری اور دم لگاتے سٹ سے
صف کے آگے سے نکل گئے پھر ادھر سے جست بھری اور ادھر (رکوع نبھاتے ہوئے)
دوڑ گئے۔ یہی کیفیت تا اختتام نماز جماعت رہی۔ اور یہ حالت وجد میں اپنے رکوع کا
تماشہ چند منٹ اور دکھاتے رہے۔ پھر تھک جانے پر قیام کی صورت اختیار کرکے
کھڑے ہوئے کوئی دوسرا ذکر چھیڑا۔ چشم دید واقعہ دیکھنے والا فقط جامع مسجد دیکھنے
گیا تھا وہاں زیادہ ٹھہر کر سجدہ کی شان اور بقیہ حرکتیں دیکھنے سے محروم ہو کر
واپس ہوا۔ جو نمازی بیچارے اسکے دھکے اور انجن کی ٹکر سے گرے انھوں نے بعد
کو دیدے نکالے اور صوفی جی کے دو چار ہاتھ لگانے پر جرات کی لیکن امام صاحب
اور دیگر نمازیوں نے اپنی خوش اعتقادی سے معاملہ کو یہ کہکر ٹھنڈا کر دیا کہ یہ
صوفی لوگ ہیں ان کی بیخودی سے خدا بچائے انھیں سب معاف ہے۔

دوسری نقل | ایک صوفی مزاج ایک مسجد میں بعد مغرب ذکر اللہ اللہ کرتے وقت

اک کُتا اندر آ گیا اور سامنے سے چراغ اُٹھا کر لے گیا تو آپ کو بجائے اللہ اللہ دوسرے ذکر کی دُھن سوار ہوئی اور یہی فقرہ بار بار رٹنے لگے کہ وہ آپ اپنے گھر کا چراغ آپ ہی بجھا گئے۔ ایسی بیہودہ باتیں بہت سی ملیں گی جن کو بوجہ خوف طوالت اور لغویت نظر انداز کیا جاتا ہے

(ا) بجز رسول اور ائمہ معصومین کے شفیع ہونے کے کسی غیر کا بغیر خدا اور رسول کے فرضی شفیع اور حاجت روائے خلق ہونا باطل ہے

اور شفاعت کا حقیقی منظر تو جدا دکھایا گیا ہے یہاں اسقدر کہہ دینا کافی ہے کہ قرآن و معتبر احادیث و تفاسیر فریقین سے باعث ایجاد عالم رسولؐ و علیؑ و بتولؑ کا مع دیگر ائمہ معصومین کے بحکم خدا شفیع اُمت قاسم نار و جنت ہونا مسلم ہے یوں کوئی بد اعتقادی کر جائے یہ بات اور ہے باقی انبیا اور صالحین میں سے جس کو خدا اپنے حبیب کی مرضی سے اپنی امت کی شفاعت کی اجازت دیدے وہ اسلام میں مسلم ہے۔ ومن یشفع عندہ الا باذنہ جیسی بہت سی آیتیں ہمارے مقصد کی تصدیق کرینگی۔ بس غیر معصوم کا شفیع ہونا قطعی ناممکن ہے اور غیر معصوم کی شفاعت کی نہ تو کچھ اہمیت ہے نہ خدا کو نا اہل شفاعت کی طلب ہے۔

انبیا اور ائمہ معصومین کی عصمت مسلمہ ہونے کے سوا پیران دستگیر اور دیگر فقرا و سجادہ نشینوں کو کسی نے معصوم نہیں مانا اور نہ ان میں کسی سے شرائط عصمت ادا ہو سکتے ہیں یوں معتقد مریدوں کے نزدیک ان کو اولیا اور انبیا سے بڑھا کر مجسم خدا بنا دیا جائے یا کہ خدا میں فانی کر دیا جائے کو کیا ہوتا ہے۔ ان میں شفاعت اور مقبولیت درگاہ خداوندی کی اہلیت ہونا تو درکنار پہلے ان کے ایمان اور عمل اور دیگر حقوق عباد اور معاملات دینی دنیاوی میں حسب مرضی خدا مکمل ثابت ہونے میں

بہت ممکن ہے یوں پانچ انگلیاں ایک نہیں ہوتیں کوئی بزرگ صورت وسیرت میں حسب مرضی الٰہی اعتقاد و عمل میں پورے نکل آئیں تو کچھ بعید بھی نہیں لیکن اکثر فقرا و مشائخ کے برتاؤ سے مختلف زبانوں میں بوجہ تجربہ ایسے مقولے کہ "پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند" یا بقول سعدی پیران و مشائخ کی چالوں کو وہی خوب سمجھ سکتا ہے جو ان میں رہا اور جن سے کسی کو سابقہ پڑا ہو وہ خود فرماتے ہیں کہ "من خوب می شناسم پیران پارسا را۔ چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند۔ یعنی میں پیرانِ پارسا کی حقیقت کو خوب پہچانتا ہوں۔ ان کا ظاہر بہت کچھ مگر جب تنہائی میں جاتے ہیں وہ دوسرا کام انجام دیتے ہیں پھر بعد اصطلاحوں کے رائج ہونے اور ریاضت و مجاہدہ مراقبہ و مکاشفہ کے بیعت لینے مرید بنانے کا طریقہ ایجاد ہوا اور مردوں کے ساتھ عورتیں بھی جا جا کر پیروں سے ہاتھ ملا ملا قول و قرار لے کر مرید ہونے لگیں اور تصوف کے نسوانی لباس میں رنگ پر رنگ چڑھنے لگا مثل سرمہ کاجل مسّی اور کاکل و ساری میں نسوانی ساری ادائیں آنے لگیں ہر اک کے تحفے تحائف نذر و نیاز مقبول ہو کر منتیں مرادیں پوری ہونے لگیں۔ دیگر قدرتی مناظر کے حسن کے علاوہ عورتوں اور کمسن لڑکوں نوجوانوں کا حسن مجازی اہل تصوف کی نظروں میں چڑھ چڑھ کر عشق حقیقی کا ذریعہ قرار دیا گیا طرفین کو لطف ذائقے پہنچا کر بجائے مذموم و ممنوع ہونے کے مرغوب خاص و عام ہونے لگا۔ زندگی میں تو یہ سب جشن تھے ہی مر جانے پر بھی پیروں کی روحوں نے تو ادھر خدا سے وصال و مرتبہ فنا حاصل کر لیا اور ادھر انکی قبروں پر چراغاں ہونے لگا۔ پھول چادریں گاگریں کیا طرح طرح کے چڑھاوے چڑھنے لگے مگر میراثیوں قوالوں

گیسوں کے طالعوں کی قدر و منزلت سے تو ہر جگہ عجیب طرح کا جشن و ہنگامہ برپا ہو گیا جنگل میں منگل ہو کر ہند میں بازار مصر کا مزہ آ گیا حسن مجازی کی جگہ جگہ گرم بازاری ہونے لگی اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ زندہ پیروں کے پاس مقرب کار آمد فقیروں کے سوا جبکہ امیروں کی رسائی اور جبہ سائی مقبول ہو گئی تو دیگر غربا کو دست و قدمبوسی کا موقع کہاں مل سکتا ہے ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ غرضکہ ایسی بہت سی باتوں سے تصوف اور پیری مریدی کی حقیقت کھل جانے پر خدا پرست عاقل تو خود کو بچا لیتا ہے مگر حسن پرست غافلوں کو تاحیات بدستور پھنسائے رکھتا ہے۔

حسینی دار تبلیغ کی عملی کوشش

کا

بارھواں تصوف نمبر (۱)

خدا کا ہزار شکر ہے انجام کو پہونچا۔ جسے دیکھ کر ناظرین بار بار پڑھینگے اور بیحد وجد میں آئینگے اور سرور میں آ کر اسکی کاپیاں کئی کئی خرید کر جا بجا مفت تقسیم کر ڈالیں گے۔ اس مضمون کو قدرتی الہام کہیے تو بیجا نہو گا اب اسکے ساتھ ہی تصوف نمبر ۲ (۲) (قیمت ۳ر) کا بہتر تاریخی منظر دیکھیے اور تاحیات لطف اٹھائیے

اور مصور حقیقت (تصوف) کو دعائے خیر سے یاد کیجیے۔ والسلام

سکرٹری حسینی دار تبلیغ (اٹاوہ)

۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء

بفضل خدا حسینی دار التبلیغ کے بست سالہ قومی خدمات

اسلامی دُنیا میں قرآنی تعلیم کی جدید و مفید پہلی کتابیں

(۱) اسلامی بچوں کا نیا قاعدہ ۱/

مع اسلامی صحیفہ اول با تصویر ۱/

(۲) اسلامی صحیفہ مسلمانوں کا قبلہ نما | کے حصہ دوم سوم چہارم وغیرہ میں قرآن کی دو سو کئی اعتقادی اصولی فروعی اخلاقی وغیرہ آیات کا با ترجمہ مجموعہ بلا جائز تصاویر قیمت ۲/

(۳) قانون قدرت | اگرچہ قرآن کی کل آیات کے بہت سے حصے مختلف مضامین کے تیار کیے ہیں لیکن اخلاقی آیات کو یکجا جمع کر کے علمائے فریقین سے تصدیق کرا کے چھپوایا ہے طبع شدہ کو بیس برس ہو گئے سُنی و شیعہ نے خریدا ہے ۵/

(۴) صحیفہ رسول | کچھ مخصوص اعتقادی آیات کا مجموعہ ناتمام ہے۔

(۵) وظائف انبیاء و اولیا | قرآن کی دو سو کئی ان دعاؤں کا با ترجمہ مجموعہ ہے کہ جن کو انبیاء و صالحین نے درگاہ رب العزت میں اپنی حاجات کے لیے اپنا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ جلد چھپنے والی ہے ۴/

صحیفہ اہلبیتؑ | کتب اہلسنت سے آیات و احادیث رسول کا با ترجمہ انتخاب۔ غیر مطبوعہ۔

شیعہ بچوں کی دینیات کا سب سے جدید سلسلہ

(۱) پہلی کتاب | مقبول عام ہو گئی ۱/

اس کے ساتھ مع قاعدہ چھپنے والے ہیں

قانون تمدن فلسفہ تعزیہ پر سب سے نیا عقلی ثبوت

فلسفیانہ اصول پر نیا قابل قدر سلسلہ

(۱) شام غم | دنیا کے غم سے حسین کے غم کی حقیقت اور تا قیامت ترقی کے وجوہ ۲/

(۲) اشک ماتم | گریہ و بکا کی حقیقت معہ ثبوت از اہلسنت ۲/

(۳) فلسفہ تکلیف | کی حقیقت سے مصائب مظلوم کی کثرت پر شاندار شکل ثبوت ۱/

(۴) شان صبر | صبر کے فلسفیانہ اصول سے حسینؑ کے صبر کی مختلف شانیں دکھائیں صبر انبیا کے مختلف شانوں سے ہر ایک کے مرتب معلوم کر سکنے کا اصول دکھایا ہے۔ صبر کی حقیقت پر دنیا میں پہلی کتاب ہے۔ ۴/

(۵) فلسفہ قرآن و اہلبیت | حدیث ثقلین کے بموجب قرآن و اہلبیت کے ساتھ مسلمانوں کا طرز عمل دکھایا ہے مخالف جوابات بابت تحریف قرآن و اہلبیت دیے ہیں ۲/

(۶) کارنامہ محرم | تعزیہ مجلس ماتم کی تاریخ مختلف مذاہب کے اقوال۔ رسم عزاداری کا صحیح طریقہ بتایا ہے ۳/

(۷) مسلمانوں کا حشر | مجذوب کی بڑ حقیقت تصوف بہار حسن و عشق۔ بہار محبت فلسفہ مذہب وغیرہ کتب بہت سی تیار ہیں چھپنے والی ہیں

المشتہر۔ سکریٹری حسینی دار التبلیغ متصل قلعہ نادہ نیا شہر